22

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ سچا توکّل رکھنے والوں کو ہمیشہ میری تائید و نصرت حاصل رہے گی

جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے نہ آسمان اُسے ضرر پہنچا سکتا ہے
اور نہ زمین، اور خدا تعالیٰ کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں

(فرمودہ 15 راگست 1958ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے قرآن کریم کی درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی: ''وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۔ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔[1]

اس کے بعد فرمایا:

''یہ آیت جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ مومنوں کو بشارت دے دو کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ملے گا۔ بشارت کے معنے عربی زبان میں ایسی خبر کے ہوتے ہیں جس کے سننے سے چہرہ متغیر ہو جائے۔ اور چہرہ خوشی کی خبر سے بھی متغیر ہو جاتا ہے اور رنج

کی خبر سے بھی افسردہ اور غمناک ہو جاتا ہے۔ دراصل بَشَـــرَہ جلد کے اوپر کے حصہ کو کہتے ہیں اور بشارت ایسی خبر کو کہتے ہیں جس سے چہرہ کا رنگ بدل جائے۔ پس بَشَّرَ کے دونوں معنے ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی کہ انہیں ایسی خوشی کی خبر دے جس سے ان کے چہروں پر سرخی کی لہر دوڑ جائے اور یہ بھی کہ انہیں ایسی خبر دے جس سے ان کے چہرے زرد پڑ جائیں۔ یہاں چونکہ خوشی کی خبر دی گئی ہے اس لیے یہاں بشارت کا لفظ خوشخبری کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں کو یہ خوشخبری پہنچا دو کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل نازل ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ بہت بڑے فضل کے نازل ہونے کی خبر سے چہرہ زرد نہیں ہوتا بلکہ خوشی سے تمتما اُٹھتا ہے۔ پس اس آیت میں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ مومن کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا بلکہ وہ ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غالب رہتا ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اِسی مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ 2 یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں شامل ہوتے ہیں وہ یقیناً غالب رہتے ہیں اور جس نے غالب رہنا ہو وہ دشمنوں سے ڈرے گا کیوں؟

1953ء میں جب فسادات ہوئے تو سیفٹی ایکٹ کے ماتحت گورنر پنجاب نے مجھے نوٹس بھجوایا کہ آپ کی طرف سے یا آپ کے اخبار کی طرف سے احرار کے خلاف کوئی بات شائع نہیں ہونی چاہیے ورنہ فساد بڑھ جائے گا۔ یہ نوٹس ضلع جھنگ کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس میرے پاس لے کر آیا۔ میں نے یہ نوٹس تو لے لیا مگر میں نے ڈی۔ایس۔پی سے کہا کہ آپ اِس وقت اکیلے مجھ سے ملنے آئے ہیں اور کوئی خطرہ محسوس کیے بغیر میرے پاس پہنچ گئے ہیں۔ اِسی لیے کہ آپ کو یقین ہے کہ گورنمنٹ آپ کی پُشت پر ہے۔ پھر اگر آپ کو یہ یقین ہے کہ گورنمنٹ کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے حکومت آپ کی مدد کرے گی تو کیا میں جو خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں مجھے یقین نہیں ہونا چاہیے کہ خدا میری مدد کرے گا۔ بیشک میری گردن آپ کے گورنر کے ہاتھ میں ہے لیکن آپ کے گورنر کی گردن میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کے گورنر نے میرے ساتھ جو کچھ کرنا تھا وہ کرلیا۔ اب میرا خدا اپنا ہاتھ دکھائے گا۔ چنانچہ چند دنوں کے اندر اندر مرکزی حکومت کے حکم سے مسٹر چندریگر کو جو اُس وقت گورنر پنجاب تھے رُخصت کر دیا گیا اور ان کی جگہ میاں امین الدین صاحب گورنر پنجاب مقرر ہوئے اور میاں ممتاز صاحب دولتانہ کی جگہ ملک فیروز خاں صاحب نون آ گئے۔

پھر اُنہی ایام میں جبکہ ابھی فتنہ کے آثار باقی تھے سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع جھنگ ڈی۔ایس۔پی کو ساتھ لے کر میرے مکان کی تلاشی کے لیے آئے۔ چونکہ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈی۔ایس۔پی سے گورنر پنجاب کے نوٹس والا واقعہ سن چکے تھے اور وہ دیکھ چکے تھے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے چند دنوں کے اندر اندر میری بات کو پورا کر دیا اور مسٹر چندریگر کو پنجاب سے رُخصت کر دیا گیا اور پھر اس سے پہلے میری طرف سے یہ بھی شائع ہو چکا تھا کہ میرا خدا میری مدد کے لیے دوڑا چلا آ رہا ہے اس لیے وہ اتنے متأثر تھے کہ مجھے کہنے لگے ہمیں حکم تو یہ ہے کہ عورتوں والے حصہ کی بھی تلاشی لی جائے مگر مجھے کسی تلاشی کی ضرورت نہیں۔ میں گورنمنٹ کو لکھ دوں گا کہ میں نے تلاشی لے لی ہے۔ میں نے کہا اگر آپ ایسا لکھیں گے تو میں اخبار میں اعلان کر دوں گا کہ یہ بالکل غلط ہے، انہوں نے کوئی تلاشی نہیں لی۔ آپ اندر چلیں اور ایک ایک چیز کو دیکھیں تا کہ آپ کے دل میں کوئی شُبہ نہ رہے۔ چنانچہ وہ اندر گئے اور انہوں نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سے کہا کہ وہ کاغذات کو دیکھ لیں۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں کو خبر دے دو کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور کوئی شخص ان کے خلاف اپنی شرارتوں میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی نُصرت اور اس کی تائید کے ایسے کئی واقعات نظر آتے ہیں۔ آپ پر ایک دفعہ ایک عیسائی پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک نے یہ مقدمہ دائر کر دیا کہ آپ نے اسے قتل کروانے کے لیے ایک آدمی بھجوایا تھا۔ مارٹن کلارک کو ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اپنا لے پالک بنایا ہوا تھا اور اس وجہ سے گورنمنٹ اُس کا اُسی طرح لحاظ کرتی تھی جس طرح وہ انگریزوں کا لحاظ کیا کرتی تھی۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک اور اُس کے ساتھیوں نے آپ کے خلاف یہ نالش ڈپٹی کمشنر ضلع امرتسر کی عدالت میں دائر کی اور اس نے آپ کے نام وارنٹ جاری کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وارنٹ کسی کاپی میں پڑا رہا اور گورداسپور بھجوایا ہی نہ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ان لوگوں نے پھر ڈپٹی کمشنر کو توجہ دلائی تو اُس نے ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کو لکھا کہ میں نے اتنا عرصہ ہوا فلاں شخص کے نام وارنٹ جاری کیا تھا لیکن مجھے اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ مسٹر ڈگلس اُس وقت گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اوّل تو میرے پاس آپ کی طرف سے کوئی وارنٹ آیا ہی نہیں۔ دوسرے ملزم چونکہ میرے علاقہ میں رہتا ہے اس لیے اُس کے نام وارنٹ جاری کرنے کا آپ کو کوئی اختیار نہیں۔

اس پر امرتسر کے ڈپٹی کمشنر نے مقدمہ کی تمام مسل مسٹر ڈگلس کو بھجوا دی۔ مسٹر ڈگلس پہلے اتنے متعصب ہوا کرتے تھے کہ جب وہ گورداسپور میں آئے تو انہوں نے آتے ہی کہا کہ میں نے سنا ہے قادیان میں ایک شخص نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور وہ ہمارے خدا کی ہتک کر رہا ہے، اُسے اب تک گرفتار کیوں نہیں کیا گیا؟ مگر جب مقدمہ کی مِسل اُن کے سامنے پیش ہوئی تو مسل خواں نے کہا کہ یہ وارنٹ کا نہیں بلکہ سمن کا کیس ہے۔ راولپنڈی کے ایک دوست غلام حیدر صاحب تھے جو مسٹر ڈگلس کے ہیڈ کلرک تھے۔ انہوں نے بھی اس کی تائید کی۔ چنانچہ وارنٹ کی بجائے آپ کے نام سمن جاری کیا گیا اور آپ گورداسپور تشریف لے گئے۔ جب آپ عدالت میں پہنچے تو مسٹر ڈگلس پر آپ کی شکل دیکھتے ہی کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہی شخص جس نے یہ کہا تھا کہ ایسے آدمی کو ابھی تک گرفتار کر کے جیل خانہ میں کیوں نہیں بھیجا گیا جو ہمارے یسوع مسیح کی ہتک کرتا ہے، اُس نے نہایت اعزاز کے ساتھ آپ کو کرسی پیش کی اور کہا کہ آپ بیٹھے بیٹھے میری باتوں کا جواب دیں۔ اس مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی عیسائیوں کی طرف سے بطور گواہ پیش ہوئے تھے۔ انہوں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عدالت میں نہایت عزّت کے ساتھ کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو انہیں آگ لگ گئی اور انہوں نے آگے بڑھ کر ڈپٹی کمشنر سے کہا کہ مجھے بھی کرسی ملنی چاہیے۔ میں گورنر کے پاس جاتا ہوں تو وہ بھی مجھے کرسی دیتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر کہنے لگا کہ گھر ہو تو اگر ایک چوڑھا بھی ہم سے ملنے آئے تو ہم اُسے کرسی دیں گے مگر یہ عدالت کا کمرہ ہے، یہاں تمہیں کرسی نہیں مل سکتی۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب کی اس جواب سے تسلّی نہ ہوئی اور انہوں نے پھر اصرار کیا۔ ڈپٹی کمشنر کو غصّہ آ گیا اور وہ کہنے لگا ''بک بک مت کر، پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا''۔ مولوی محمد حسین صاحب کمرہ عدالت سے باہر نکلے تو برآمدہ میں ایک کرسی پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے چاہا کہ اُس پر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جائیں تا کہ باہر کے لوگ یہ سمجھ لیں کہ اندر بھی انہیں کرسی ملی ہوگی مگر چپڑاسی دیکھ چکا تھا کہ اندر ڈپٹی کمشنر نے اُن سے کیا سلوک کیا ہے۔ وہ دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا فوراً کرسی خالی کرو اور یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ وہ وہاں سے اٹھے تو صحن میں آ گئے۔ وہاں ایک چادر زمین پر بچھی ہوئی تھی۔ یہ جاتے ہی اُس چادر پر بیٹھ گئے۔ اتفاقاً وہ چادر ایک احمدی دوست کی تھی۔ اُس نے انہیں اپنی چادر پر بیٹھے دیکھا تو کہنے لگا میری چادر پلید نہ کر، تُو مولوی ہو کر عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے آیا ہے۔ چنانچہ اُس چادر سے بھی انہیں

اُٹھنا پڑا۔ اور آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا ذلیل کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد مَیں ایک دفعہ بٹالہ کے ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرا ہوا تھا کہ شیخ یعقوب علی صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا لے آؤ۔ چنانچہ وہ انہیں لے آئے مگر میں نے دیکھا کہ وہ ایک دروازہ سے داخل ہوئے اور دوسرے دروازہ سے نکل گئے۔ میں نے بعد میں شیخ یعقوب علی صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ مولوی صاحب نے ملاقات کیوں نہیں کی؟ وہ کہنے لگے میں نے ان سے پوچھا تھا انہوں نے جواب دیا کہ مجھے ان سے ملتے ہوئے شرم آتی ہے۔ بڑے مرزا صاحب سے مل لیتا تو اَور بات تھی مگر اب میں ان سے کیسے ملوں؟ یہ دل میں کہیں گے کہ میرے باپ کی تو ساری عمر مخالفت کرتا رہا اور اب مجھ سے ملنے آ گیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اِس طرح حجت تمام کی کہ ان کا ایک بیٹا چوری کے الزام میں پکڑا گیا جسے ہم نے چُھڑوایا۔ پھر وہ قادیان میں پڑھنے کے لیے بھی آیا۔ یہ غالباً 1914ء یا 1915ء کی بات ہے۔ پھر اُن کا دوسرا بیٹا قادیان میں پڑھنے کے لیے آیا۔ دو سال ہوئے وہ زندہ تھا اور میسور میں مقیم تھا۔ وہ شروع میں عیسائی ہو گیا تھا جس پر مولوی محمد حسین صاحب نے کہلا بھیجا کہ بیشک اسے قادیان میں رکھیں اور تعلیم دلائیں۔ میری سمجھ میں اب اتنی بات ضرور آ گئی ہے کہ احمدیت عیسائیت سے اچھی ہے۔ ایک دفعہ میسور کی جماعت نے مجھے لکھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک لڑکا ہے جس نے ایک عیسائی نرس سے شادی کی ہوئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں قادیان میں بھی پڑھتا رہا ہوں۔ میں نے لکھا کہ وہ سچ کہتا ہے وہ میری خلافت کے ابتدائی ایام میں قادیان آیا تھا۔ پہلے اس کا بھائی آیا تھا جو چوری کے الزام میں پکڑا گیا تھا مگر ہماری کوشش سے وہ رہا ہوا۔ پھر یہ خود آیا۔ یہ بھی عیسائی ہو چکا تھا جسے ہم نے عیسائیت سے بچایا۔ اِس پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ہمیں بڑے شکریہ کا خط لکھا کہ آپ نے میرے ایک بیٹے کو قید سے بچایا ہے اور دوسرے کو عیسائیت سے۔ میں آپ کا بڑا ممنون ہوں۔ غرض اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی ہمیشہ مدد کرتا ہے اور اُن کو اپنے دشمنوں پر غلبہ عطا کیا کرتا ہے۔ دشمن چاہتا ہے کہ وہ ہلاک ہو جائیں اور وہ ان کی تباہی کے بڑے بڑے منصوبے سوچتا ہے مگر اللہ تعالیٰ ان کی تمام تدبیروں کو خاک میں مِلا دیتا ہے۔

میں 1912ء میں جب حج کے لیے گیا تو حضرت خلیفہ اوّل نے جن کو نادر کتابیں جمع

کرنے کا بڑا شوق تھا، مجھے ایک کتاب تلاش کرنے کے لیے کہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی مگر مجھے وہ کتاب نہ ملی۔ آخر بعض دوستوں نے بتایا کہ مولانا عبدالستار صاحب کبتی جو شریف مکہ کے بیٹوں کے استاد ہیں ممکن ہے اُن سے یہ کتاب آپ کو مل جائے چنانچہ میں اُن کے پاس گیا۔ مولوی صاحب تھے تو وہابی مگر اپنے آپ کو حنبلی ظاہر کرتے تھے کیونکہ وہاں اُن دنوں وہابیوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مولوی صاحب کو ملاقات کے درمیان میں مَیں تبلیغ بھی کرتا رہا۔ وہ اطمینان کے ساتھ میری باتیں سنتے رہے۔ جب میں خاموش ہوا تو وہ مجھے کہنے لگے کہ آپ نے مجھ سے تو یہ باتیں کہہ دی ہیں کہیں کسی اَور کو تبلیغ نہ کریں کیونکہ اگر آپ نے تبلیغ کی تو ممکن ہے لوگ جوش میں آ کر آپ پر حملہ کر دیں۔ میں نے کہا آپ کس شخص کو تبلیغ کرنا سب سے زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں؟ انہوں نے ایک عالم کا نام لیا۔ میں نے کہا میں تو اُسے ایک گھنٹہ تبلیغ کر کے آیا ہوں۔ کہنے لگے پھر وہ کیا کہتا تھا؟ میں نے کہا تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ بڑے غصّہ اور جوش میں کہتا تھا "آہ نہ ہوئی تلوار"۔ "آہ نہ ہوئی تلوار"۔ اُس کے شاگرد جوش میں آتے تو وہ انہیں خاموش کرا دیتا اور کہتا کہ تم نہ بولو میں خود ہی جواب دوں گا۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں نے یہ نصیحت آپ کو اس لیے کی ہے کہ آپ کے خلاف ایک اشتہار چھپا ہے اور اُس میں لکھا ہے کہ اگر انہیں حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر یقین ہے تو خانہ کعبہ میں مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے مباحثہ کر لیں۔ اُن کا اس سے منشا یہ ہے کہ اگر بحث ہوئی تو عربوں میں چونکہ تعلیم کم ہے وہ جوش میں آ کر آپ پر حملہ کر دیں گے اور آپ کو قتل کر دیں گے۔ میں نے کہا اِس اشتہار پر دستخط کس کس کے ہیں؟ انہوں نے کہا دو آدمیوں کے دستخط ہیں۔ ایک تو بھوپال کے کوئی مولوی محمد احمد صاحب ہیں جن کے دستخط ہیں۔ میں نے کہا وہ تو میرے ماموں ہیں۔ (وہ ہمارے نانا جان مرحوم کی ہمشیرہ کے بیٹے تھے اور اس لحاظ سے ہمارے ماموں تھے)۔ دوسرے دستخط بھوپال کے ایک رئیس کے ہیں جن کا نام خالد ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو تو میں نے بلوا کر کہہ دیا ہے کہ تم کہیں جوش میں آ کر مباحثہ نہ کر بیٹھنا کیونکہ یہاں احمدیوں کی اتنی مخالفت نہیں جتنی اہلِ حدیثوں کی ہے۔ میں خود اہلِ حدیث ہوں مگر اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتا اور شریف مکہ کے بیٹوں کو بھی مفت پڑھاتا ہوں تا کہ اُس کے خاندان کی امداد حاصل رہے۔ پس تم خواہ مخواہ لوگوں کو اپنے خلاف کیوں اشتعال دلاتے ہو۔ اگر تم اپنی جان کی سلامتی چاہتے ہو تو فوراً

یہاں سے چلے جاؤ۔ چنانچہ پہلا جہاز جو حاجیوں کو واپس لے جا رہا ہے اُس میں مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی واپس جا رہے ہیں۔ غرض تین آدمیوں میں سے ایک کو تو خدا تعالیٰ نے اِس طرح دور کیا۔ باقی دورہ گئے تھے۔ جب حج ختم ہوا تو مکہ میں ہیضہ پھوٹ پڑا جو اتنا شدید تھا کہ مُردوں کو دفن کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا تھا۔ لوگ گلیوں میں اپنے مُردے پھینک کر چلے جاتے تھے۔ اِس وبا کو دیکھ کر ہم نے بھی واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ چلنے سے پہلے نانا جان اپنی بہن اور بھانجے سے ملنے کے لیے اُن کے مکان پر گئے۔ میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک جنازہ پڑا ہے۔ نانا جان نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ انہوں نے ہمارے ماموں مولوی محمد احمد صاحب کا نام لیا کہ یہ اُن کا جنازہ ہے اور پھر بتایا کہ منٰی سے واپسی پر انہیں ہیضہ ہو گیا اور تھوڑی دیر میں ہی فوت ہو گئے۔ اس کے بعد جب ہم جدہ پہنچے تو جدہ کے انگریزی قونصل خانہ میں بھی ہمارے نھیال کے ایک رشتہ دار یعنی ہماری نانی اماں صاحبہ کی بہن کے ایک لڑکے جن کا نام سید نصیر تھا سپرنٹنڈنٹ تھے اور تمام جہاز ران کمپنیاں اُن کے تابع تھیں۔ چونکہ جہاز کم تھے اور لوگ جلدی واپس جانا چاہتے تھے اس لیے جہاز کے ٹکٹ ملنے میں سخت دشواری تھی ہم نے اُن سے کہا کہ آپ ٹکٹوں کا جلدی انتظام کر دیں تا کہ ہم واپس جا سکیں۔ انہوں نے مجھے دفتر میں ایک کھڑکی کے قریب بٹھا دیا جو بہت اونچی تھی اور جہاں ہاتھ بھی بمشکل پہنچ سکتا تھا اور خود ٹکٹ لینے چلے گئے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک دُبلا پتلا سفید رنگ کا نوجوان آیا اور کھڑکی کے نیچے کھڑے ہو کر اُس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ میں نے کہا آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کمپنی میں کام کرتے ہیں؟ میں نے کہا میں تو کام نہیں کرتا۔ کہنے لگے پھر یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ میں نے کہا میرے ایک عزیز مجھے یہاں بٹھا گئے ہیں اور وہ خود ٹکٹ خریدنے اندر گئے ہیں۔ اِس پر انہوں نے کہا کہ ہمارا قافلہ آٹھ عورتوں اور چودہ مردوں پر مشتمل ہے اور ہمیں ٹکٹ نہیں مل رہے۔ مرد تو پھر بھی گزارہ کر سکتے ہیں لیکن ہمیں عورتوں کا سخت فکر ہے۔ وہ لاشوں کو دیکھ دیکھ کر پاگل ہو رہی ہیں۔ اگر آپ آٹھ ٹکٹ خرید دیں تو ہم عورتوں کو یہاں سے روانہ کر دیں۔ میں نے کہا عورتیں اکیلی کس طرح جائیں گی؟ اِس پر وہ کہنے لگے کہ اگر آپ چند ٹکٹ مردوں کے لیے بھی خرید سکیں تو یہ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے روپوں کی ایک تھیلی مجھے پکڑا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب

وہ عزیز میرے کمرہ میں آئے تو میں نے انہیں کہا کہ ان لوگوں کی حالت سخت قابلِ رحم ہے آپ مہربانی کریں اور ان کو بھی ٹکٹ لا دیں۔ وہ بڑے غصّہ سے کہنے لگے کہ میں کوئی ٹکٹوں کا ٹھیکیدار ہوں کہ ہر ایک کے لیے خریدتا پھروں۔ میں نے کہا ماموں! آپ کوشش کریں، یہ تو ثواب کا کام ہے اور چند ٹکٹ لا دیں تا کہ ان کی پریشانی دور ہو۔ وہ گئے اور آٹھ کی بجائے غالباً بائیس ٹکٹ ہی لے آئے۔ میں نے انہیں ٹکٹ اور باقی روپے کھڑکی سے دے دیئے۔ انہوں نے میرا بڑا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں آپ کا بہت ممنون ہوں آپ نے ہمارے ساتھ بڑی نیکی کی ہے۔ دوسرے دن جہاز نے روانہ ہونا تھا۔ میں بعض چیزیں خریدنے کے لیے بازار چلا گیا اور وہاں مجھے کچھ دیر ہوگئی۔ جب میں واپس پہنچا تو جہاز چلنے ہی والا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہی نوجوان سیڑھی پر کھڑا ہے اور میرا انتظار کر رہا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا کہ آپ نے بڑی دیر لگا دی، جلدی کریں اور سامان رکھوائیں۔ چنانچہ اُس نے مزدوروں پر زور دے کر جلدی جلدی میرا سامان جہاز میں رکھوایا اور پھر بڑی ممنونیت کا اظہار کیا کہ آپ نے ہمیں ٹکٹ لے دیئے ورنہ ہمارا سوار ہونا تو بالکل ناممکن تھا۔ جب ہم جہاز میں سوار ہو گئے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ کہنے لگے میرا نام خالد ہے اور میں نواب جمال الدین خاں صاحب آف بھوپال کا نواسا ہوں۔ غرض خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ اُس نے ایک کو ہیضہ سے مارا اور دوسرے کو احسان سے مارا۔ یہ خالد صاحب اب بھی زندہ ہیں اور بھوپال کے دوستوں کے خط آتے جاتے رہتے ہیں کہ ہمیشہ ہم سے ملتے اور اچھے تعلّقات رکھتے ہیں۔ اس کے بعد سارے سفر میں وہ میرے ممنونِ احسان رہے اور اصرار کرتے رہے کہ میں اُن کے ساتھ کھانا کھاؤں یا چائے وغیرہ پیوں مگر میں انکار کرتا رہا۔ آخر ایک دن انہوں نے بہت ہی اصرار کیا تو میں نے چائے کی ایک پیالی پی لی۔ اس کے بعد بھی وہ بمبئی تک برابر شکر گزاری اور ممنونیت کے جذبات کا اظہار کرتے رہے۔

اس جہاز میں بمبئی کے ایک سیٹھ کا لڑکا بھی سوار تھا جو حج کے لیے گیا ہوا تھا۔ اُس کا ایک لطیفہ بھی مجھے یاد رہتا ہے۔ میں نے منٰی میں دیکھا کہ ذکرِ الٰہی کرنے کی بجائے وہ اردو کے عشقیہ اشعار پڑھتا جا رہا تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ حج کے لیے آیا ہے مگر اس کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی بجائے عشقیہ اشعار پڑھتا جا رہا ہے۔ واپسی پر جب ہم جہاز میں اکٹھے ہوئے اور اسے معلوم ہوا کہ میں احمدی ہوں تو وہ بار بار کہتا کہ خدایا! یہ جہاز بھی غرق نہیں ہوتا جس میں ایسا شخص سوار ہے۔ میں اُس

کی یہ بات سن کر ہنس پڑتا کہ یہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ اگر جہاز غرق ہوا تو میں بھی ساتھ ہی غرق ہو جاؤں گا۔ ایک دن میں نے اُس سے پوچھا کہ میں نے منٰی میں آپ کو عشقیہ اشعار پڑھتے دیکھا تھا۔ اگر آپ نے وہاں بھی ذکرِ الٰہی نہیں کرنا تھا تو آپ حج کے لیے کیوں گئے تھے؟ کہنے لگا ہم لوگ تاجر ہیں اور ہماری دکان خوب چلتی تھی مگر پچھلے سال ہمارے ساتھ کی دکان والا حج کر آیا اور اُس نے اپنے نام کے ساتھ حاجی لکھ کر دکان پر بورڈ لٹکا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی بکری بڑھ گئی اور ہماری کم ہوگئی۔ میرے باپ نے مجھے کہا کہ تُو بھی حج کر آ تا کہ ہم بھی ایک ایسا ہی بورڈ لکھوا کر لٹکا دیں اور لوگ ہماری دکان پر بھی کثرت سے آنا شروع کر دیں۔

غرض اللہ تعالیٰ کی نُصرت اور اُس کی تائید حاصل کرنے کا یہی طریق ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھے اور اُس سے دُعائیں کرتا رہے۔ چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا یعنی کافروں اور منافقوں کے پیچھے مت چلو اور ان کی اذیتوں کی پروا مت کرو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھو اور یہ کبھی نہ سمجھو کہ مخالف حالات میں ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر سچا توکّل رکھو گے تو وہ خود تمہارے غلبہ اور کامیابی کے سامان پیدا فرما دے گا کیونکہ تمام طاقتیں خدا تعالیٰ کو ہی حاصل ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک شخص جس کا بھائی کسی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور جس نے قسم کھائی تھی کہ میں اپنے بھائی کا ضرور بدلہ لوں گا وہ اسلامی لشکر کے پیچھے پیچھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے ارادہ سے چل پڑا۔ اُس نے بڑی کوشش کی مگر اسے حملہ کا کوئی موقع نہ ملا کیونکہ صحابہؓ آپ کی بڑی حفاظت کرتے تھے۔ جب مدینہ صرف چند میل رہ گیا تو صحابہؓ مطمئن ہو گئے اور ایک جگہ وہ کھانا پکانے کے لیے اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حفاظت کے لیے کوئی شخص نہ رہا۔ آپ ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے اور آپ کو نیند آ گئی۔ وہ شخص جو آپ کے تعاقب میں آ رہا تھا اُس نے اِس موقع کو غنیمت سمجھا اور آپ کے قریب آ کر اُس نے آپؐ کی تلوار اُٹھائی اور پھر آپ کو جگا کر کہنے لگا کہ بتائیں اب آپ کو کون بچا سکتا ہے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی طرح لیٹے لیٹے نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ فرمایا **اللہ**۔ آپ کی زبان سے یہ لفظ نکلا ہی تھا کہ اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً وہ تلوار اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور پھر اُس سے فرمایا کہ بتا اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اُس نے کہا آپ ہی مہربانی کریں اور معاف فرمادیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور آپ نے فرمایا تم میرے منہ سے اللہ کا لفظ سن کر ہی اس کی نقل کر لیتے اور کہہ دیتے کہ اللہ بچائے گا مگر تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا اور تم نے پھر بھی یہی کہا کہ آپ ہی مہربانی کریں۔3 غرض اللہ تعالیٰ جب بچانے پر آتا ہے تو بغیر سامانوں کے بھی بچا لیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب کرم دین بھیں والا مقدمہ ہوا تو چونکہ مجسٹریٹ ہندو تھا آریوں نے اُسے ورغلایا کہ وہ اِس مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سزا دینے کی کوشش کرے اور مجسٹریٹ نے بھی اُن سے وعدہ کر لیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کو یہ خبر ملی تو وہ سخت گھبرائے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آ کر کہا کہ حضور! ایک بڑی وحشت ناک خبر ملی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آریوں نے ایک میٹنگ کی ہے جس میں انہوں نے مجسٹریٹ کو بھی بلوایا اور کہا کہ تمہارے پاس مرزا صاحب کا مقدمہ ہے تم انہیں کچھ نہ کچھ سزا ضرور دے دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ساری قوم تمہارا بائیکاٹ کر دے گی۔ چنانچہ مجسٹریٹ نے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس مقدمہ میں کوئی نہ کوئی سزا ضرور دے دے گا۔ اس لیے ہمیں ابھی سے اس کا فکر کرنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو آپ جوش سے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا خواجہ صاحب! **خدا تعالیٰ کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ میں خدا تعالیٰ کا شیر ہوں۔ وہ مجھ پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے**۔ آخر اُس نے جرمانہ کیا جو نواب محمد علی خان صاحب نے اُسی وقت ادا کر دیا اور بعد میں اپیل کرنے پر واپس ہو گیا۔ مگر اس کی سزا خدا تعالیٰ نے اُسے یہ دی کہ اُس کا بیٹا جو گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتا تھا راوی میں تیرتا ہوا ڈوب گیا اور وہ اِس غم میں نیم پاگل ہو گیا۔ میں ایک دفعہ دہلی جا رہا تھا کہ لدھیانہ کے اسٹیشن پر وہ مجھے ملا اور بڑے الحاح سے کہنے لگا کہ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صبر کی توفیق دے مجھ سے بڑی غلطیاں ہوئی ہیں اور میری حالت ایسی ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں کہیں پاگل ہی نہ ہو جاؤں۔ اب یا تو اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

جرمانہ کیا تھا اور یا آپ کے بیٹے کے پاس وہ آیا اور اُس نے کہا کہ میرے لیے دُعا کریں ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ غرض اللہ تعالیٰ جب مدد کرنے پر آتا ہے تو کوئی طاقت اس کی مدد کو روک نہیں سکتی۔ پس مومن کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے اور اس سے دُعائیں کرنی چاہییں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر سچا توکّل رکھتا ہے اسے نہ کوئی آسمان میں ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ زمین میں بلکہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔

مجھے یاد ہے جب پادری مارٹن کلارک نے مقدمہ کیا تو میں نے بھی دُعا کی۔ ایک رات میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں باہر سے آ رہا ہوں اور اُس گلی میں سے جو مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے مکانات کے نیچے ہے اپنے مکان میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہاں مجھے بہت سے سپاہی کھڑے دکھائی دیئے جنہوں نے مجھے اندر جانے سے روکا مگر پھر کسی نے کہا کہ یہ گھر کا ہی آدمی ہے اسے اندر جانے دو۔ چنانچہ میں اندر چلا گیا۔ جب میں ڈیوڑھی میں داخل ہو کر اندر جانے لگا تو وہاں ایک تہہ خانہ ہوا کرتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ پولیس والوں نے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کیا ہوا ہے اور انہوں نے آپ کے اردگرد اوپلوں کا ڈھیر لگا رکھا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان اوپلوں کو آگ لگا دیں۔ میں یہ نظارہ دیکھ کر سخت گھبرایا مگر اسی دوران میں اچانک میری نظر اوپر اُٹھی تو میں نے دیکھا کہ دروازہ کے اوپر نہایت موٹے اور خوبصورت حروف میں یہ لکھا ہوا ہے کہ **"جو خدا کے پیارے بندے ہوتے ہیں اُن کو کون جلا سکتا ہے"**۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہیں آگ میں ڈالا گیا تو ہم نے کہا یٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ 4 یعنی اے آگ! ابراہیم ہمارا بندہ ہے تُو اس کے لیے ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی کا موجب بن جا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ اُس وقت بارش برسی اور آگ بُجھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچا لیا۔ اور پھر یہ آگ اُن کے لیے اِس طرح بھی ٹھنڈک اور سلامتی کا موجب بنی کہ اِس نشان کو دیکھ کر آپ پر کئی لوگ ایمان لے آئے اور مخالفوں کو بھی ہدایت نصیب ہو گئی۔

پس مخالفتوں کی پروا نہ کرو اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ توکّل رکھو اور اُس سے اپنی کامیابی کے لیے دُعائیں مانگتے رہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے شاملِ حال رہے گا اور وہ تمہیں ہر میدان میں کامیابی عطا فرمائے گا"۔ (الفضل 5 ستمبر 1958ء)

1 :الاحزاب:48، 49

2 :المائدة:57

3 : بخاری کتاب الجهاد باب مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ (الخ)

4 :الانبياء:70